بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اسلام اور عدل وانصاف

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۵

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور عدل وانصاف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے، جس کو زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اللہ نے روئے زمین پر بسنے والی سبھی مخلوق کے ساتھ عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ کو پیش کرنے کے لئے بھیجا ہے، چنانچہ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن کریم میں اللہ کے سچّے نبی حضرت محمد ﷺ کے احکام میں جگہ جگہ اس کی تلقین ملتی ہے:

﴿وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾. (سورۃ النساء:۵۸)

''اور جب لوگوں کا (خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں) تصفیہ (فیصلہ) کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو''۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''بَیْنَ النَّاس'' فرمایا ہے، ''بَیْنَ الْمُسْلِمِیْن'' یا ''بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْن'' نہیں فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں، مسلم ہوں یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، فیصلہ کرنے والوں پر فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے الگ ہوکر جو بھی حق وانصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں۔

(معارف القرآن: ج۲،ص:۴۴۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو فیصلے حق وانصاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے اور پرائے کی بنیاد پر مبنی ہوں گے وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف اور ظلم ہوں گے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾. (سورۃ المائدۃ: آیت:۸)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص قوم کی عداوت تمھارے لیے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو، (ہر ایک کے ساتھ) کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے''۔

مذکورہ آیت میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا حکومت اور عدالت ہی کا فریضہ نہیں، بلکہ ہر انسان اس کا مکلّف ومخاطب ہے کہ وہ خود بھی انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی انصاف پر قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ (معارف القرآن: ج۲،ص۵۷۲)

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾.

(سورۃ النحل: آیت: ۹۰)

''بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں) کو دینے کا حکم فرماتے ہیں، اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم (خواہ کسی مذہب کے ماننے والے بلکہ کسی بھی مخلوق پر ہو) کرنے سے منع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو''۔

یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل، احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں) کو بخشش کا حکم دیا ہے اور فحش و بے حیائی اور ہر برے کام اور ظلم وتعدی سے منع فرمایا ہے، عدل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی کا معاملہ کرے اور کسی

چھوٹے بڑے معاملے میں کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لیے اپنے نفس سے انصاف کا مطالبہ کرے، کسی انسان کو اس کے کسی قول وفعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (معارف القرآن)

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾. (سورۃ الحدید:۲۵)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل فرمایا تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اعتدال پر قائم رہیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے اُتارنے کا سارا نظام عدل وانصاف ہی کے لیے کھڑا کیا گیا ہے، رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا اسی مقصد کے لیے عمل میں آیا ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ کسی سچّے نبی اور اس کے لائے ہوئے دین کی کوئی تعلیم عدل وانصاف کے خلاف ظلم وتعدی پر مبنی ہو۔

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾.

(سورۃ المائدۃ:۴۲)

''اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجیے، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عدل وانصاف کرنا اور بنا کسی بھید بھاؤ کے کرنا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے، اللہ ایسے بندے کو محبوب رکھتا ہے جس کا برتاؤ اس کے بندوں کے ساتھ انسانیت کی بنیاد پر عدل وانصاف کے مطابق ہوتا ہے اور جو آدمی عدل وانصاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہوگا۔

عدل وانصاف کے سلسلے میں حضرت محمد ﷺ کے کچھ ارشادات

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ – وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ – الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا﴾.

(رواه مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کے داہنی جانب یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ معاملات میں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح آدمی کو دوسروں کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے اسی طرح اس پر اپنے اہل خانہ اور آل واولاد کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے، ظلم ہر جگہ ظلم ہے، خواہ بیوی اور اولاد ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

﴿عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِساً إِمَامٌ عَادِلٌ وَ إِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَاباً إِمَامٌ جَائِرٌ﴾.

(جامع الترمذی، باب ماجاء في إمام عادل)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والا حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب بندوں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوگا، اس کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ظلم کرنے والا حاکم ہوگا''۔

چونکہ حاکم کے پاس قوت اور طاقت ہوتی ہے، اس لیے قدم قدم پر اس سے ظلم وتعدی کا عمل ظاہر ہوسکتا ہے، اللہ کے نبی کا یہ ارشاد اس کو آگاہ کرتا ہے کہ قیامت کے دن تجھ کو بھی بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اس کی عدالت میں ہمیشہ فیصلہ مظلوم کے حق میں ہوگا، اس لیے یہاں ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو، تاکہ قیامت میں اللہ کے محبوب بن سکو۔

﴿عَنْ عِيَاضِ بْنَ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلاَثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ وَمُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ﴾.

(رواه مسلم)

''حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی تین لوگ ہیں: ایک وہ بادشاہ جو عدل وانصاف اور صدقہ وخیرات کرنے والا ہے، دوسرا ایسا شخص جو ہر رشتہ دار اور اللہ کی اطاعت کرنے والے پر رحم کرنے والا نرم دل ہو، تیسرا صاحبِ اولاد جو پاک دامن اور پاک دامنی کی کوشش کرنے والا ہو''۔

﴿عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيْ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ فَطَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِعُرْجُوْنٍ كَانَ مَعَهُ فَجُرِحَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: (تَعَالَ فَاسْتَقِدْ) قَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!﴾.

(رواه ابوداؤد)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص (مال لینے والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اوندھا ہوکر آگرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے اس سے کچوکا لگایا جس سے اس کے چہرے پر کچھ خراش آگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو (گویا محض معافی نہیں چاہی، بلکہ انتقام لینے کی پیشکش فرمادی) تو اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ میں نے معاف کردیا''۔

اللہ کا نبی عام انسانوں کی طرح کا کردار نہیں رکھتے تھے جو دوسروں کو حکم تو دیتے ہیں، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے، بلکہ اگر آپ سے نادانستہ کوئی ایسا کام ہو گیا جو دوسرے کے لیے تکلیف دہ ہے تو بدلہ لینے کی پیشکش فرماتے ہیں۔

﴿عَنْ أَبِي فِرَاسٍ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ وَلَا لِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ فَمَنْ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أَقُصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ لَوْ أَنَّ رَجُلاً أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ أَتَقُصُّهُ مِنْهُ؟، قال: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَقُصُّهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهِ﴾.

(رواہ ابو داؤد)

''حضرت ابوفراس کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں عام رعایا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں نے حکام اور عمال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ تم پر سختی کریں ماریں، اور تمھارے مال چھین لیں (بلکہ وہ صرف ضابطہ کے مطابق اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے ہیں) اگر کوئی ایسی زیادتی کرے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ معاملہ میرے روبرو پیش کریں، تاکہ میں ان سے بدلہ لوں، اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی حاکم تنبیہ و تادیب کے لیے رعیت کے کسی آدمی پر ہاتھ اٹھائے تو کیا آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟ فرمایا: بے شک میں اس سے بھی قصاص لوں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نفس تک کے بارے میں دوسروں کو بدلہ لینے کی پیشکش فرمائی''۔

(جیسا کہ اوپر واقعہ گزرا)

یہی عدل وانصاف کا کامل نمونہ تھا جس سے اسلام چند ہی دنوں میں مشرق سے مغرب تک پھیل گیا اور دنیا کی قومیں صدیوں پرانے اپنے مذہبی رشتے توڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئیں، اسلام نے ہی سارے انسانوں اور ساری قوموں میں قانونی اور اخلاقی یکسانی پیدا کر کے عالم گیر اخوت کی بنیاد ڈالی اور یہ محض اس لیے کہ اس نے ہر چیز کا معیار قومی حد بندیوں کو قرار دینے کے بجائے قانونِ خداوندی اور اصول پسندی کو قرار دیا۔

۞ ۞ ۞